ایمان، ملا صدرا کی نظر میں

مؤلف: قدسیہ ماجدی
مترجم: شببیہ عباس خان

ایمان کا مسئلہ تاریخ تفکر اسلامی کا بہت ہی اہم اور متنازعہ مسئلہ رہا ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر اسلامی دانشورں نے غور و فکر کیا ہے۔ انسان ہمیشہ سے کامیابی کے در پے رہا ہے اور اس مقدس مقصد کے حصول کا واحد ذریعہ ایمان ہے۔ منطق وحیانی کے مطابق ایمان ہی نجات و رستگاری کا ذریعہ ہے اور آیتوں اور روایتوں میں اس موضوع پر کافی گفتگو ہوئی ہے۔اگرچہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ ایمان کی حقیقت کو بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن قرآن کی بہت سی آیتوں میں مؤمنوں کے اوصاف اور متعلق ایمان کے بارے بتایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں ایمان کا مقولہ ایک اہم دینی مقولہ ہے۔ایسا مقولہ جو انسان کے پورے وجود کو احاطہ کرکے اور زندگی کے عملی و نظری پہلوؤں کو اصلاح کرکے اسے کامیابی کے راستہ پر گامزن کرنے میں مدد کرتا ہے۔

اسلامی دانشوروں اور فلسفیوں نے اپنی فکری صلاحیت کے اعتبار سے اس موضوع پر بحث کی ہے۔ صدر المتالہین جیسی بزرگ شخصیت نے بھی ایمان کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔آپ اپنے سے پہلے کے مفکرین اور فلسفیوں کے آراء و نظریات سے بخوبی واقف تھے۔آپ نے سورہ بقرہ کی تیسری آیت کے ذیل میں ایمان کے معنی و مفہوم کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ نے مفاتیح الغیب اور شرح اصول کافی اور دوسری کتابوں میں بھی اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔اس مقالہ میں صدر المتالہین کی کتابوں کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل سؤالوں کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

- ملا صدرا کی نظر میں ایمان کے کیا معنی ہیں؟
- کیا ایمان کا تعلق علم و معرفت سے ہے؟

❖ ملا صدرا کی نظر میں ایمان کے اقسام کیا ہیں؟
❖ ملا صدرا کی نظر میں ایمان کے درجات کیا ہیں؟
❖ ایمان کے درجات کا مقامات نفس سے کیا تعلق ہے؟
❖ ملا صدرا کے نظریہ پر کیا تنقید کی جاتی ہے؟

ایمان کا معنی و مفہوم

ایمان کے معنی و مفہوم کو لغوی اور اصطلاحی نقطہ نظر سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ملا صدرا صاحب تفسیر کشاف کے قول کے مطابق، ایمان کو مادہ امن سے ماخوذ جانتے ہیں اور ایمان کے لغوی معنی کو آمنہ اذا صدّقہ کی عبارت کے مطابق، تصدیق کرنے والے کی تکذیب و مخالفت سے حفاظت اور حرف باء سے متعدی بننے کی صورت میں اعتراف بتاتے ہیں۔آپ ابوبزید کے قول سے ایمان کو کبھی کبھی وثوق و اطمینان کے معنی میں بتاتے ہیں۔[۱]

مختلف لغت ناموں میں ایمان کو افعال کے وزن پر ا-م-ن سے مصدر ثلاثی مزید بتایا گیا ہے اور اس کا معنی تصدیق کرنا، گرویدہ ہونا، اذعان کرنا، امان دینا، اقرار کرنا اور یقین کرنا، خدا و پیغمبر پر عقیدہ اور کفر کی ضد ہے[۲]۔یہ کہا جاسکتا ہے کہ لغوی معنی کے اعتبار سے ایمان مؤمن کو حق کی مخالفت اور تکذیب سے ایمن کردیتا ہے اور اس کے اندر اطمینان و سکون پیدا کرتا ہے۔

ملا صدرا نے ایمان کے اس معنی میں مسلمان متکلموں کے اختلاف نظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فخر رازی کی روش پر عمل کیا ہے یعنی آپ اپنے نظریہ کو بیان کرنے سے قبل ماضی کے متکلموں کی تعاریف کو چار حصوں میں بیان کرتے ہیں:

۱. کچھ لوگ قلبی اعتقاد، زبانی اقرار اور اعضا و جوارح سے عمل کرنے کو ایمان مانتے ہیں۔ان کے نزدیک جس کے اعتقادات میں خلل ہے وہ منافق ہے اور وہ شخص جس کے زبانی اقرار میں خلل

۱۔ شیرازی، صدرالدین محمد بن ابراہیم، تفسیر القرآن الکریم (جلد ۱)، ص ۲۴۵

۲۔ جرجانی، علی بن محمد، التعریفات، ص ۱۸؛ سجادی، سید جعفر، فرہنگ معارف اسلامی (جلد ۱)، ص ۳۶۴؛ راغب، ابی القاسم الحسین بن محمد، مفردات الفاظ قرآن کریم، ص ۲۶

ہے یا اس کا اقرار مکمل نہیں ہے، بعض فرقوں کے نزدیک وہ کافر ہے۔ جس کے عمل میں نقص ہے اور اس کا عمل مکمل نہیں ہے وہ فاسق ہے لیکن خوارج نے ایسے فرد کو کافر مانا ہے اور معتزلہ ایسے شخص کو ایمان سے خارج مانتے ہیں لیکن اسے کفر میں داخل نہیں مانتے۔[۱]

شیخ صدوق جیسے بزرگ متکلمین کے نزدیک بھی ایمان کی یہی تعریف ملتی ہے: قلبی اعتقاد، زبانی اقرار اور عمل بہ ارکان۔[۲]

ملاصدرا بعض شیعہ روایتوں کو یہاں پر نقل کرتے ہیں اور ان تینوں عناصر کو ائمہ اطہار کے نقطہ نظر سے بیان کرتے ہیں۔ مثلاً امام رضاؑ سے منقول ہے کہ ان الایمان هو التصديق بالقلب والاقرار باللسان و العمل بالارکان۔ یا یہ حدیث الایمان قول مقول، عمل معمول، عرفان بالعقول و اتباع الرسول۔[۳]

اس سے مشابہ مضمون پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ کی فرمائشات میں موجود ہیں۔" دل سے شناخت، زبان سے اقرار اور عمل بہ ارکان کو ایمان کہا جاتا ہے۔[۴]

"الایمان معرفة بالقلب و اقرار باللسان و عمل بالارکان۔[۵]

بعض اہل لغت نے حق کی تصدیق کو ایمان کہا ہے جو اعتراف قلبی اور اقرار زبانی سے محقق ہوتا ہے۔[۶]

۲. دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو قلبی معرفت اور زبانی اقرار کو ایمان مانتے ہیں۔ یہ لوگ اس معرفت کی حقیقت اور اس معرفت کے متعلق کے بارے میں اختلاف نظر رکھتے ہیں۔ پہلے موضوع کے بارے میں وہ لوگ جو مقلد کو مسلمان مانتے ہیں، انہوں نے معرفت کو اعتقاد جازم سے تفسیر کیا

۱۔ تفسیر قرآن الکریم (جلد ۱)، ص ۲۴۵-۲۴۸

۲۔ مفید، ابو عبداللہ بن نعمان بن عکبری بغدادی شرح توحید صدوق، ص ۲۷۶

۳۔ تفسیر قرآن الکریم (جلد ۱)، ص ۲۴۵-۲۴۸

۴۔ نہج الفصاحہ، فرمایش ۵۷۶، ۵۷

۵۔ نہج البلاغہ، خط نمبر ۲۲۷

۶۔ مفردات راغب، ص ۲۶

ہے لیکن یہ مضبوط اعتقاد کیسے وجود میں آیا اس کے بارے میں وہ زیادہ حساس نہیں ہیں۔ یعنی ان کی نگاہ میں یہ اہم نہیں ہے کہ یہ اعتقاد تقلید کی بدولت حاصل ہوا ہے یا ادلہ متقن کے ذریعہ بلکہ اہم اس کا مضبوط ہونا ہے لیکن دوسرا گروہ اس معرفت کو استدلال سے حاصل علم مانا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تحقق ایمان کے لئے کون سا علم معتبر ہے؟ بعض متکلموں نے اللہ تعالی اور اس کے صفات کو تحقق ایمان کے لئے ضروری مانا ہے۔ ملا صدرا نے ابوالحسن اشعری (جنہوں نے قلب و زبان سے تصدیق کو ایمان مانا ہے) اور صوفیا کی ایک جماعت (جنہوں نے زبانی اقرار اور قلبی اخلاص کو ایمان مانا ہے) کو دوسرے گروہ میں قرار دیا ہے۔

شیخ مفید کی کتابوں میں ایمان کی یہ تعریف ملتی ہے: قلبی تصدیق اور زبانی اقرار کو ایمان کہتے ہیں۔[۱]

جرجانی اور دہخدا جیسے بعض دوسرے اہل لغت نے ایمان کی اس طرح تعریف کی ہے:

> "شرع کی رو سے قلبی اعتقاد اور زبانی اقرار کو ایمان کہتے ہیں۔ اگر کوئی شہادت دیتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا ہے تو وہ فاسق ہے اور شہادت بھی نہیں دیتا تو وہ کافر ہے۔"[۲]

شرع کی اصطلاح میں دل سے اعتقاد اور زبان سے اقرار کو ایمان کہا جاتا ہے۔[۳]

۳. تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو ایمان کو صرف معرفت قلبی مانتے ہیں۔ جہم بن صفوان جیسے لوگوں کا ماننا ہے کہ دل سے اللہ تعالی کی معرفت کا نام ایمان ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص دل سے اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرلیتا ہے اور پھر زبان سے اس کا انکار کرتا ہے اور توبہ سے پہلے مر جاتا ہے تو ایسا فرد مؤمن کامل الایمان ہے۔ حسین بن فضل بجلی جیسے کچھ اور لوگوں نے بھی قلبی تصدیق کو ہی ایمان مانا ہے۔[۴]

سید مرتضی اور شیخ طوسی بھی اس گروہ میں شامل ہیں۔ سید مرتضی کی نظر میں تصدیق قلبی کو

۱۔ مفید، ابو عبداللہ بن نعمان بن عکبری بغدادی، اوائل المقالات فی المذاہب والمختارات، ص ۵۴ و ۹۹

۲۔ دہخدا (جلد ۷)، ص ۵۸۹

۳۔ التعریفات، ص ۱۸

۴۔ تفسیر قرآن الکریم (جلد ۱)، ص ۲۴۵-۲۴۸

ہی ایمان کہا جاتا ہے یعنی اگر کوئی شخص اللہ تعالی اور ان چیزوں کی تصدیق کرے جس کی معرفت کو اللہ نے واجب قرار دیا ہے تو وہ مؤمن ہے اور زبانی اقرار کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

ایمان کے سلسلہ میں شیخ طوسی کا بھی یہی نظریہ ہے اور وہ صرف تصدیق قلبی کو ایمان مانتے ہیں۔[2]

۴. بعض لوگ صرف زبانی اقرار کو ایمان مانتے ہیں۔ان میں سے بعض لوگوں کا ماننا ہے کہ اگر زبانی اقرار سے معرفت حاصل ہوتی ہے تو وہ ایمان ہے۔اس نظریہ کو غیلان ابن نظر دمشقی اور فضل رقاشی سے نسبت دیا گیا ہے اگرچہ کعبی نے اس نظریہ کو غیلان سے منسوب کرنے سے انکار کیا ہے۔بعض لوگوں نے یہ تصور کیا ہے کہ منافق، مؤمن بالظاہر اور کافر بالسریرہ ہے لہٰذا ایمان صرف زبانی اقرار ہے یعنی منافق اس دنیا میں مؤمن اور آخرت میں کافر کے حکم میں ہے۔یہ قول کرامیہ سے منسوب ہے۔[3]

ایمان، ملاصدرا کی نظر میں

ملاصدرا ایمان کے سلسلہ میں دوسرے مفکرین کے نظریات کو نقل کرنے کے بعد مختلف پہلوؤں سے ایمان کی تعریف پیش کرتے ہیں جسے ہم یہاں بیان کریں گے۔

علم و تصدیق کے ذریعہ ایمان کی تعریف: ماهية الايمان و انه مجرد العلم و التصديق[4]۔

انہوں نے اپنے مدعا کو بیان کرنے کے لئے ایک نئے عنصر کو پیش کیا جو ایمان کی گذشتہ تعریفوں میں نظر نہیں آتا۔آپ کا عقیدہ ہے کہ شریعت سید المرسلین میں ایمان کے تین عناصر ہوتے ہیں: معارف، احوال اور اعمال۔معارف کا مطلب ہے اللہ تعالی کی ذات و صفات و افعال اور انبیائے الٰہی اور آسمانی کتابوں اور معاد کے بارے میں علم حاصل کرنا۔احوال سے مراد طبعی اغراض اور شوائب نفسانی جیسے کہ شہوت، غضب، کبر، عجب، محبت سے اعراض کرنا ہے۔اعمال سے مراد نماز، روزہ، زکات، حج، جہاد یعنی واجبات کا

۱۔ شریف مرتضی، ابوالقاسم علی بن الحسین، الذخیرہ فی علم الکلام، ص ۵۳۶

۲۔ طوسی، محمد بن حسین، الاقتصاد فی ما یتعلق بالاعتقاد، ص ۲۲۷

۳۔ تفسیر قرآن الکریم (جلد۱)، ص ۲۴۵-۲۴۸

۴۔ ایضاً، ص ۲۴۹

بجالانا اور محرمات کا ترک کرنا ہے۔

ملا صدرا ان تینوں عناصر کی درجہ بندی کرتے ہوئے، ان لوگوں پر تنقید کرتے ہیں جو معرفت کو احوال تک اور احوال کو اعمال تک پہنچنے کا ذریعہ مانتے ہیں یعنی اعمال کو اصل اور افضل سمجھتے ہیں۔آپ علوم و معارف کو سب سے اوپر درجہ پر رکھتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اعمال کی ماہیت حرکات و انفعالات کی جنس سے ہے جس میں بذاتہ کوئی خیر نہیں ہے، یعنی اصلاح قلب کے لئے اصلاح عمل کیا جاتا ہے اور اصلاح قلب کی وجہ سے ذات و صفات و افعال میں جلال الہی کا پتہ چلتا ہے۔احوال بھی چونکہ فی نفسہ ان کا کوئی وجود نہیں ہے لہٰذا ان کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔[۱]

ملا صدرا اپنی کتاب اسفار میں بھی اصل ذات نفس کو اس کے نظری حصہ سے منتسب کرتے ہیں اور نفس کے عملی حصہ کو اس لئے اہم مانتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق بدن سے ہے اور بدن مقصد کے حصول کے لئے ایک ذریعہ ہے۔ یعنی مقصد کے حصول کے بعد ذریعہ کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی ہے لہٰذا ایمان کے حصول میں نفس کا نظری حصہ زیادہ اہم ہوتا ہے۔[۲]

دوسرے عنصر کے بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے لازم ہے کہ علم، معرفت اور تصدیق کے بارے میں کچھ وضاحت کردی جائے۔

علم، ملا صدرا کی نظر میں: ملا صدرا کی نظر میں علم سے کیا مراد ہے؟ علم کی تعریف کے سلسلہ میں ملا صدرا کبھی کبھی دوسرے فلسفیوں اور منطقیوں کے ہم نوا نظر آتے ہیں اور علم کو صور حقائق اشیا مانتے ہیں جو جوہر عقل کے سامنے حاضر ہے[۳] لیکن بعض اوقات وہ اپنا الگ نظریہ پیش کرتے ہیں اور علم کو نحوہ وجود بتاتے ہیں۔[۴]

ملا صدرا تمام علوم کو ایک درجہ کا نہیں مانتے ہیں بلکہ اپنے مبادی دینی کی بنیاد پر جن میں کہا گیا ہے کہ خیر و فضیلت ان مقدس موجودات اور معقولات صوریہ کے لئے ہے جو شر و تبدیلی و زوال سے مبرا ہیں جیسے

۱۔ تفسیر قرآن الکریم (جلد ۱)، ص ۲۴۹-۲۵۰

۲۔ شیرازی، صدر الدین محمد بن ابراہیم، الحکمۃ المتعالیہ فی الاسفار العقلیہ الاربعہ اسفار، جلد ۳، ص ۱۲۱

۳۔ رازی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین فخر الدین، مفاتیح الغیب، ص ۱۴۲

۴۔ اسفار، ص ۲۷۳-۲۹۰

کہ اللہ تعالی، ملائکہ و غیرہ، کہتے ہیں کہ فضیلت کے لحاظ سے علوم کے بھی مختلف درجات ہیں اور ہر وہ علم جو اللہ تعالی کی معرفت کے لئے زیادہ مفید ہو، وہ زیادہ افضل ہے۔ یعنی سب سے افضل علم، علوم مکاشفہ ہیں جسے معارف ایمانی کہا جاتا ہے اور ان میں اللہ تعالی کی ذات، صفات، اسما اور افعال کی معرفت شامل ہے۔

ملا صدرا کی نظر میں ایمان کے لئے مناسب اور شایان شان علم، علم و تصدیق عقلی، برہانی اور تصدیق یقینی ہے جس میں حقیقت کے مطابق ہونے کی وجہ سے زوال و تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی ہے۔ آپ کی نظر میں علم سے مراد منعم و انعام کی شناخت ہے جو اعمال و احوال سے حاصل ہوتی ہے۔

تصدیق، ملا صدرا کی نظر میں: تصدیق یعنی کسی حقیقت کی حقانیت کی شہادت دینا جس سے اس حقیقت کے سامنے قلبی طور پر تسلیم ہونا ظاہر ہو جائے۔ یہ ایک طرح کا خضوع اور نفسیاتی طور پر تسلیم ہونا اور دوسری طرف جس بات کی تصدیق کی جارہی ہے اس سے رابطہ برقرار کرنا ہے۔[1]

ملا صدرا کی نظر میں حقیقت کے مطابق تصدیق کو یقین کہتے ہیں جو کہ عقل اور عقلمند کی صفت ہے۔ اس کے دو ضد ہیں۔ شک اور انکار۔ اس بنیاد پر جاہل کی ایک صفت اس کی جہالت ہے جو کہ عقل کی ضد ہے یعنی حقیقی علوم کے بارے میں جو کچھ وہ سنتا ہے اس سے انکار کرتا ہے اور شبہہ وارد کرتا ہے، مغالطہ سے کام لیتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے تاکہ جھوٹ حقیقت میں تبدیل ہو جائے اور لوگوں کو گمراہ کرکے ریاست و حکومت حاصل کر سکے[2]۔ بعض لوگ پیغمبر اکرمؐ کی فرمائشات پر ایمان لانے کو تصدیق کہتے ہیں[3]۔ خواجہ طوسی نے لغوی اعتبار سے ایمان کو تصدیق یعنی یقین کرنے کے معنی میں بتایا ہے۔[4]

حکمت کے ذریعہ ایمان کی تعریف: حکمت سے مراد وہ خاص فہم و شعور ہے جس کی بدولت انسان حق اور حقیقت تک رسائی حاصل کرتا ہے اور غلط کام سے بچتا ہے۔ راغب مفردات میں تحریر کرتے ہیں:

۱۔ جوادی آملی، عبداللہ، تسنیم، ص ۹۵

۲۔ شیرازی، صدرالدین محمد بن ابراہیم، شرح اصول کافی، ص ۳۴۷

۳۔ غزالی، محمد بن محمد، الجام عن علم الکلام، ص ۳۰۲

۴۔ علامہ حلی، جمال الدین، کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد ص ۶۳۲

"علم و دانش کے ذریعہ حق تک رسائی کو حکمت کہتے ہیں۔[۱]"

ملا صدرا کی نظر میں حکمت سے مراد نظم عقلی کے ذریعہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے نفس کی تکمیل کرنا ہے تاکہ اللہ تعالی سے مشابہ ہو جائے[۲]۔

وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا[۳] سے استناد کرتے ہوئے، آپ حقیقی ایمان کو خیر کثیر مانتے ہیں اور اس بات کے معتقد ہیں کہ فضل عظیم سے مراد وہی حکمت حقہ ہے جس کی بنیاد اللہ تعالی، روز قیامت و حشر اور دوسرے مقامات کی معرفت ہے اور اسی کو قرآن کریم نے خیر کثیر سے یاد کیا ہے[۴]۔

آپ ان تنگ نظر افراد پر تنقید کرتے ہیں جو اپنی ظاہر بین نگاہ کی وجہ سے حکمت کی مخالفت کرتے ہیں۔ ملا صدرا بتاتے ہیں کہ حکمت یعنی اللہ تعالی، ملائکہ، آسمانی کتابیں اور انبیا اور روز قیامت پر ایمان رکھنا۔ آپ ہر حکیم انسان کو مؤمن مانتے ہیں اور ہر حقیقی مؤمن کو حکیم بتاتے ہیں کیونکہ آپ کی نظر میں اللہ تعالی، ملائکہ اور انبیا اور آسمانی کتابوں کی معرفت کا نام ہی حکمت ہے۔[۵]

نور کے ذریعہ ایمان کی تعریف: ملا صدرا ایمان کو انوار الہی میں سے ایک نور مانتے ہیں اور اللہ تعالی جس بندہ کے دل پر چاہتا ہے اسے افاضہ کرتا ہے[۶]۔ مجاہدت اور ریاضت کی بدولت مؤمن کے دل پر نور ایمان کی جھلک پڑتی ہے اور وہ تقلید کی تاریکیوں سے باہر آ جاتا ہے[۷]۔ حکما اس نور کو حکمت نظری، عقل نظری کا کمال، عقل بالفعل یا عقل بسیط اجمالی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔[۸]

توحید کے ذریعہ ایمان کی تعریف: ملا صدرا توحید کو صوفیہ کی اصطلاح بتاتے ہیں جس کا مطلب

۱۔ راغب اصفہانی، مفردات الفاظ قرآن، لفظ حکم
۲۔ اسفار (جلد ۱)، ص ۷۴
۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۶۹
۴۔ شیرازی، صدر الدین محمد بن ابراہیم، اسرار الآیات، ص ۲
۵۔ تفسیر القرآن الکریم (جلد ۱)، ص ۲۶۰
۶۔ شرح اصول کافی، کتاب العقل والجہل، ص ۳۴۵
۷۔ تفسیر القرآن الکریم (جلد ۳)، ص ۳۲۲
۸۔ شرح اصول کافی، ص ۳۴۵

ہے صنعت کلام، مجادلہ، دشمن کے تناقضات اور کمزوریوں پر احاطہ، متعدد سوالات پوچھنے پر قادر ہونا اور ایراد شبہہ وغیرہ۔ ملا صدرا کی نظر میں توحید ایک شریف مقام ہے جس کا ایک ثمرہ یہ ہے کہ انسان ہر چیز کو اللہ تعالی کی ذات سے دیکھے اور اسباب سے اپنی توجہ منقطع کرلے اور حکم خدا پر توکل کرے اور تسلیم ہو اور خلق خدا سے شکایت نہ کرے اور ان پر غضبناک نہ ہو۔[1]

ولایت کے ذریعہ ایمان کی تعریف: ملا صدرا صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقی ایمان کو ولایت کا نام دیتے ہیں اور سورہ بقرہ کی ۲۵۷ آیت[2] سے استناد کرتے ہوئے ایمان کو ایسا نور مانتے ہیں جو اللہ تعالی کی جانب سے بندہ کے دل پر پڑتا ہے۔[3]

عقل کے ذریعہ ایمان کی تعریف: حقیقی عقل وجود انسان میں ایک نور ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے پروردگار کو پہچانتا ہے اور انسان کی توجہ اس کی طرف معطوف ہوتی ہے اور ما سوی اللہ سے وہ نظر موڑ لیتا ہے۔ بعض روایتوں میں عقل کو اندورنی پیغمبر کہا گیا ہے[4]۔ امام علیؑ کے قول کے مطابق عقل کو کھودینا زندگی کو کھودینے کے مترادف ہے۔ امام رضاؑ سے منقول ہے کہ اللہ تعالی نے عقل کو خلق کیا پھر اس سے فرمایا: اپنی جلال و عزت کی قسم تجھ سے زیادہ خوبصورت اور محبوب چیز میں نے خلق نہیں کی ہے۔[5]

ملا صدرا نے اپنی کتاب اسرار الآیات میں سورہ بقرہ کی ۲۵۷ آیت، سورہ حدید کی ۱۲ اور ۱۹ آیت[6]،

۱۔ تفسیر القرآن الکریم (جلد ۱)، ص ۲۶۲

۲۔اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ ترجمہ: اللہ صاحبانِ ایمان کا ولی ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے اور کفار کے ولی طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہاں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

۳۔ شیرازی، صدر الدین محمد بن ابراہیم، رسالہ سہ اصل، ص ۸۸

۴۔ شرح اصول کافی (جلد ۱)، ص ۲۸

۵۔ ایضاً، ص ۲۵

۶۔يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُم بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ ترجمہ: اس دن تم باایمان مرد اور باایمان عورتوں کو دیکھوگے کہ ان کا نور ایمان

اور سورہ طلاق کی ۱۱ آیت[۱] کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایمان کو عقلی نور سے تعبیر کیا ہے جسے حکما کی اصطلاح میں عقل بالفعل کہتے ہیں۔ اس نور کے ذریعہ انسانی نفس نقص سے نکل کر فعلیت اور کمال تک پہنچتا ہے اور عالم اجسام و تاریکی سے اسے رہائی ملتی ہے اور عالم انوار و ارواح میں وہ داخل ہوتا ہے اور اللہ تعالی سے ملاقات و دیدار کے لئے تیار ہو جاتا ہے لہٰذا ذات نفس، عقلی اور یقینی علوم کی وجہ سے قدسی اور نوری ہو جاتی ہے اور فرشتگان مقرب کے گروہ میں شامل ہو جاتی ہے[۲]۔ ملا صدرا نے تفسیر قرآن میں بھی اس طرح کے مضمون کو بیان کیا ہے: "عقل کا وہ معنی جسے حکما نے علم النفس میں بیان کیا ہے مراتب نفس کا ایک نام ہے جو مکمل ہوتے ہوتے اپنے کمال کو پہنچتی ہے اور شرع کی زبان میں اسے ایمان کہتے ہیں۔"[۳]

ملا صدرا کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے چھ مختلف عناصر کے ذریعہ ایمان کی تعریف پیش کی ہے۔ ایمان کی پہلی تعریف جیسا کہ خود ملا صدرا بھی اس پر تاکید کرتے ہیں تعریف بہ ماہیت ہے۔ (ماہیۃ الایمان وانہ مجرد العلم والتصدیق) ۔ دوسری تعاریف پر اسے ترجیح دی جاسکتی ہے

ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے اور ان سے کہا جارہا ہے کہ آج تمہاری بشارت کا سامان وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور تم ہمیشہ ان ہی میں رہنے والے ہو اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ (سورہ حدید، آیت ۱۲)

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔ ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لائے وہی خدا کے نزدیک صدیق اور شہید کا درجہ رکھتے ہیں اور ان ہی کے لئے ان کا اجر اور نور ہے اور جنہوں نے کفر اختیار کرلیا اور ہماری آیات کی تکذیب کردی وہی دراصل اصحاب جہنم ہیں۔ (سورہ حدید، آیت ۱۹)

۱۔ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا۔ ترجمہ: وہ رسول جو اللہ کی واضح آیات کی تلاوت کرتا ہے کہ ایمان اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے اور جو خدا پر ایمان رکھے گا اور نیک عمل کرے گا خدا اسے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اللہ نے انہیں یہ بہترین رزق عطا کیا ہے۔

۲۔ اسرار الآیات، ص ۲۸

۳۔ تفسیر القرآن الکریم (جلد ۱)، ص ۲۶۳

اور اسے ایمان کے سلسلہ میں ملا صدرا کا نظریہ مانا جاسکتا ہے لیکن باقی پانچ تعریفوں میں آثار کے ذریعہ ایمان کی تعریف کی گئی ہے۔انسان حقیقی ایمان کے سایہ میں حکمت تک پہنچتا ہے اور حکمت وہ نگاہ نافذ ہے جس کے ذریعہ اشیا کی حقیقت معلوم ہوتی ہے، انسان تقلید سے دور ہوتا ہے اور مجاہدت و ریاضت کرکے اس کا دل نورالٰہی سے منور ہو جاتا ہے، پھر وہ مقام توحید میں داخل ہوتا ہے اور ماسوی اللہ سے قطع توجہ کرکے سارے امور اللہ تعالی کے ہاتھ میں دیکھتا ہے اور اللہ جو کہ مؤمنوں کا ولی اور سرپرست ہے، اسے ظلمات سے نکالتا ہے اور عقلی ہدایت کی بدولت اس کی ذات قدسی ہو جاتی ہے اور مقرب فرشتوں کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالی سے دیدار کے لئے تیار ہوتا ہے۔

ایمان کی قسمیں

ایمان کے مفہوم کو مختلف پہلوؤں سے بیان کیا جاسکتا ہے اور ہر دانشور نے اس کے کسی ایک پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ ایمان کے مفہوم کو بیان کرنے کا ایک طریقہ دلائل ایمان کا اعتبار اور انہیں حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ملا صدرا اس اعتبار سے ایمان کو تقلیدی (سننے) اور کشفی (قلبی) میں تقسیم کرتے ہیں۔

تقلیدی ایمان: ملا صدرا کی نظر میں عوام الناس کا ایمان تقلیدی ایمان کی ایک مثال ہے اور لوگ بنا غور و فکر کے سنی ہوئی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں[۱]۔آپ کے خیال میں زیادہ تر لوگوں کا ایمان اسی قسم کا ہے۔آپ کا ماننا ہے کہ ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اللہ تعالی کی ذات، مبدا و معاد اور قیامت پر حقیقت میں ایمان لائے ہیں۔اگر ایمان لانے والوں کے ایمان کی جانچ کی جائے تو معلوم ہوگا کہ زیادہ تر زبانی ایمان لائے ہیں یا اپنے باپ دادا یا استاد کی تقلید میں بنا کسی برہان و دلیل کے یا اس مذہب میں پرورش پانے کی وجہ سے تعصب و جانبداری کی وجہ سے ایمان قبول کرتے ہیں، یا مسلمانوں کے ساتھ نشست و برخاست ہونے کی وجہ سے یا اہل علم و یقین سے مشابہ ہونے کے لئے ایمان لاتے ہیں۔[۲]

ملا صدرا کی نظر میں تقلیدی ایمان اتنا عام ہو گیا ہے کہ عوام الناس کے علاوہ صاحبان استدلال بھی

۱۔اسرار الآیات، ص ۲۸

۲۔ملا شیرازی، صدر الدین محمد بن ابراہیم، تفسیر سورہ جمعہ

اس میں شامل ہوتے ہیں:

"بہشت و دوزخ پر ایمان لانا دین کا عظیم رکن ہے اور بہت کم لوگوں کو یہ ایمان برہان و یقین سے حاصل ہوتا ہے۔ مثال کے طور ابو علی سینا جنہیں استاد فلاسفہ کہا جاتا ہے، بھی اس مسئلہ میں تقلید پر راضی ہوگئے اور کشف و برہان کی ضرورت محسوس نہیں کی، اب باقی لوگوں کا کیا کہنا۔"[1]

ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ملا صدرا تقلیدی ایمان کی تائید کرکے دوسرے شیعہ متکلمین کے نظریہ کو قبول کررہے ہیں کیونکہ خواجہ طوسی بھی تقلیدی ایمان کو جائز سمجھتے ہیں اور اسے ایمان بزبان کے مرتبہ سے بالاتر قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقلیدی ایمان، تصدیق جازم ہے لیکن اس میں زوال کا امکان ہے[2]۔ ملا صدرا مخالفین کے نظریہ کفر العامہ کی تنقید کرتے ہیں۔ کفر العامہ کو کبھی معتزلہ سے تو کبھی اشاعرہ سے نسبت دیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ انتساب کلی طور پر شک کے دائرہ میں آتے ہیں لیکن اشاعرہ سے اس کا انتساب زیادہ مناسب ہے[3]۔ اشاعرہ کے بزرگ متکلم غزالی عوام کی تکفیر کے میں بارے کہتے ہیں کہ عوام کو کافر کہنے کی وجہ سے رحمت الٰہی کا وسیع دامن بہت تنگ ہو جاتا ہے اور یہ نامعقول نتیجہ سامنے آتا ہے کہ صرف ماہر متکلم ہی بہشت کا مستحق ہو سکتا ہے۔

غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں انسانوں کو دو گروہ میں تقسیم کرتے ہیں: عوام الناس اور صدیقین۔ آپ عام انسانوں کو چمگادر سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح چمگادر سورج کی روشنی کی طرف نہیں دیکھ سکتا بالکل اسی طرح عام آدمی اللہ تعالی کی ذات، صفات وغیرہ کے بارے میں غور و فکر نہیں کرسکتا لیکن صدیقین، انسانوں کی طرح ہیں جو ایک لحہ کے لئے تو سورج کی طرف دیکھ سکتے ہیں لیکن زیادہ دیر تک ایسا نہیں کرسکتے۔[4]

۱۔ رسالہ سہ اصل، ص ۴۱

۲۔ طوسی، محمد بن حسن، اوصاف الاشراف، ص ۱۰

۳۔ ایزوتسو، توشی ہیکو، مفہوم ایمان در کلام اسلامی، ص ۱۷۳

۴۔ غزالی، محمد بن محمد،، احیاء علوم الدین (جلد ۴)، ص ۴۳۴

ایمان کشفی: ملاصدرا کی نظر میں یہ ایمان استدلال و برہان یا کشف و شہود سے حاصل ہوتا ہے۔[۱] اس ایمان کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہوتی ہیں:

- شناخت یقینی اور برہان کے ساتھ ہے۔[۲]
- یہ محکم ہوتا ہے اور تقلیدی ایمان کی طرح اس میں زوال نہیں ہے۔[۳]
- ایمان کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے جسے نفوس علامہ حاصل کر سکتے ہیں۔
- ایمان کشفی کے حصول کی کچھ شرائط ہیں۔ اس کے حصول کے لازم ہے کہ فرد جسم کے ظلمات سے گزر چکا ہو اور دل کے آئینہ کو معصیت اور تعلقات کی زنگ سے پاک کر چکا ہو اور مقام نور تک پہنچ چکا ہو[۴]۔ اسے عطائی ایمان بھی کہتے ہیں۔
- ایمان کشفی سے حیوانی انسان، حقیقی انسان میں تبدیل ہو جاتا ہے۔[۵]
- صاحب ایمان کشفی کو جہنم کی آگ سے نجات ملتی ہے اور اسے فردوس اعلی میں جگہ ملتی ہے۔ اگرچہ خدا اور اس کی صفات وافعال کی معرفت کی بنیاد پر صاحبان ایمان کشفی کے مختلف درجات ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض سابقون ہیں اور بعض اس سے نیچے درجہ پر فائز ہیں۔[۶]
- تقلیدی ایمان کے برخلاف، کشفی ایمان کے پیروکار بہت کم ہوتے ہیں کیونکہ حقیقی ایمان ایک نور ہے جسے اللہ تعالی اپنے اس بندے کے دل پر نازل کرتا ہے جس پر زیادہ عنایت کرتا ہے۔

ملاصدرا ایمان کی ان دونوں قسموں میں تصدیق کو شرط مانتے ہیں لہٰذا آپ کے نزدیک یہ دونوں

۱۔ تفسیر قرآن کریم (جلد ۳) ص ۴۷
۲۔ تفسیر قرآن کریم (جلد ۲)، ص ۱۷۶؛ جلد ۳، ص ۴۷
۳۔ تفسیر قرآن کریم (جلد ۳)، ص ۴۷ و ۴۵۳
۴۔ رسالہ سہ اصل، ص ۲۴
۵۔ تفسیر قرآن کریم (جلد ۱)، ص ۲۵۹-۲۶۰
۶۔ اسرار الآیات، ص ۲۹

ایمان قابل قبول ہے۔آپ ایک مثال کے ذریعہ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہیں: ایک بیمار شخص اپنا علاج کرانے سے پہلے اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ بیماری و تندرستی کے کچھ اسباب ہوتے ہیں اور انسان اپنے اختیار سے ان اسباب کو حاصل کرتا ہے۔ یہ تصدیق اصل طب پر ایمان لانے کے برابر ہے کیونکہ اگر کوئی علم طب پر ایمان نہیں لائے گا تو وہ اپنا علاج نہیں کروائے گا۔ دل کی بیماریوں میں اس ایمان کو اصل شریعت پر ایمان کہتے ہیں اور اس بات پر ایمان کے اطاعت سے آخرت کی کامیابی اور معصیت سے شقاوت حاصل ہوتی ہے۔ اس کو اصل شرائع پر ایمان لانا کہتے ہیں جو تحقیقی یا تقلیدی طور پر حاصل ہوتی ہے اور دونوں صورتوں میں اس کا شمار ایمان میں ہوتا ہے۔[۱]

ملا صدرا اس ان دونوں قسم کے ایمان کی تائید کرنے کے باوجود انہیں ایک درجہ میں نہیں رکھتے بلکہ تقلیدی ایمان کے بارے میں یہ بتاتے ہیں کہ اس سے دنیوی فائدہ جیسے کہ جان ومال وخون کا محفوظ رہنا حاصل ہوتا ہے۔آپ کی نظر میں اس قسم کے ایمان کی کمی یہ ہے کہ اس میں گمراہی، اجابت کے بعد حق کے دیدار سے محرومی اور قبول ایمان کے بعد ارتداد کا خطرہ باقی رہتا ہے لیکن حقیقی ایمان کا اخروی فائدہ ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ بندہ کو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ بعض کتابوں میں ان دونوں قسم کے ایمان کو مستودع اور مستقر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ایمان مستودع یعنی ظن و تقلید کے ذریعہ حاصل ایمان اور ایمان مستقر یعنی اجتہاد و تحقیق کے ذریعہ حاصل ایمان۔[۲]

ارکان ایمان

ملا صدرا نے ایمان کی مختلف تعریفیں پیش کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلبی معرفت اور زبانی اقرار ایمان کے اصلی ارکان ہیں کیونکہ بعض اوقات آپ صراحت کے ساتھ زبانی اقرار کو ایمان کے محقق ہونے کی شرط بتاتے ہیں اور کہتے ہیں: و الایمان التصدیق بالقلب و اللسان و لا یکفی الاول[۳]۔ خواجہ طوسی بھی اسی طرح کی عبارت میں ایمان کی وضاحت کرتے ہیں: الایمان بالقلب و اللسان و لا یکفی

۱۔ تفسیر قرآن (جلد۱)، ص ۳۹۶

۲۔ فرہنگ معاف اسلامی (جلد۱)، ص ۳۶۸؛ طیب، عبدالحسین، کلم الطیب در تقریر عقاید اسلام (ج۱)، ص ۲۸

۳۔ شیروانی، علی، ترجمہ کشف المراد، جلد ۲، ص ۲۹۴-۲۹۸

الاول و لا الثانی.....۔ شیخ طوسی بتاتے ہیں کہ قلبی تصدیق اور زبانی اقرار ایمان کے دو رکن ہیں اور ان میں کوئی بھی بہ تنہائی کفایت نہیں کرتا ہے اور اپنی بات کے اثبات کے لئے قرآنی آیتوں سے استناد کرتے ہیں[۱]۔ شیخ طوسی ہر اس شخص کو مؤمن تسلیم کرتے ہیں جو اللہ تعالی اور پیغمبر اسلامؐ کو پہچانتا ہو اور شریعت کی ضروری باتوں کو جانتا ہو اور ساری باتوں کا زبان سے اقرار کرے اور انہیں سچ جانتا ہو۔[۲]

ملاصدرا سورہ سبا کی ۳۷ آیت[۳] سے استناد کرتے ہیں جس میں ایمان و عمل صالح کو اللہ تعالی سے قربت کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور عمل کو اہم بتاتے ہیں[۴]۔ آپ اصلاح قلب کا فائدہ اصلاح قلب اور اصلاح قلب کا فائدہ انکشاف ذات و صفات و افعال اللہ تعالی مانتے ہیں یعنی عمل تبھی فائدہ مند ہے جب تصفیہ باطن کے ساتھ ہو۔

ملاصدرا کہتے ہیں: "وہ علم جس کا کوئی فائدہ نہ ہو اور وہ عمل جو بنا علم کے ہو ان کا نہ ہونا ہونے سے زیادہ بہتر ہے۔[۵]

اس طرح کا عمل کبھی شرط ایمان[۶] اور کبھی نتیجہ ایمان شمار ہوتا ہے[۷] لیکن آپ کی نظر میں ایمان بغیر عمل کے بھی محقق ہو سکتا ہے لہٰذا آپ ان لوگوں کے نظریہ پر تنقید کرتے ہیں جو عمل کو ایمان کا جزو مانتے ہیں۔ آپ کے نقطہ نظر سے عمل لوازم ایمان میں سے اور اس کو مکمل کرنے کے لئے ہے۔

البتہ خوارج، معتزلہ یا اشاعرہ نے اپنی بعض کتابوں میں عمل کو مفہوم ایمان میں داخل مانا

۱۔ کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد، ص ۶۳۲؛ ابن داود حلی، تقی الدین حسن علی، سہ ارجوزہ در کلام، امامت وفقہ، ص ۷۷

۲۔ طوسی، محمد بن حسن، تمہید الاصول در علم کلام اسلامی، ص ۶۳۹

۳۔ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ۔ ترجمہ: اور تمہارے اموال اور اولاد میں کوئی ایسا نہیں ہے جو تمہیں ہماری بارگاہ میں قریب بناسکے علاوہ ان کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے تو ان کے لئے ان کے اعمال کا دہرا بدلہ دیا جائے گا اور وہ جھروکوں میں امن وامان کے ساتھ بیٹھے ہوں گے۔

۴۔ مفاتیح الغیب، ص ۶۷۷

۵۔ رسالہ سہ اصل، ص ۱۰۸

۶۔ تفسیر قرآن (جلد ۱)، ص ۲۵۲

۷۔ مفاتیح الغیب، ص ۵۳۷

ہے[۱]۔اشاعرہ نے ایمان و عمل کو دو الگ الگ ماہیت والے عناصر بتایا ہے[۲]۔فرقہ مرجئہ نے عمل کو ایمان سے الگ کر دیا ہے اور صرف قلبی معرفت کے قائل ہیں لیکن علامہ طباطبائی نے عمل کو ایمان سے مرتبط کیا ہے اور التزام کی شرط کو پیش کیا ہے یعنی ایمان کسی چیز کی تصدیق اور اس کے لوازم کا التزام ہے۔[۳]

مراتب ایمان

ایمان کے مختلف درجات ہوتے ہیں اور ہر فرد میں اس کی مقدار بھی متفاوت ہے۔یہ موضوع قرآنی آیتوں[۴] اور احادیث میں بھی بیان ہوا ہے[۵]۔ملا صدرا کا ماننا ہے کہ جس فرد میں جتنی معرفت اور نور یقین ہوگا، اتنا ہی اسے آخرت کی روشنی نظر آئے گی۔جس کے دل میں نور یقین ہوگا وہ سورج کی طرح پوری دنیا پر چمکے گا لیکن دوسرے فرد کی روشنی ممکن ہے صرف اس کے قدموں کے سامنے تک محدود ہو۔آخرت میں لوگوں کے چلنے کی رفتار ان کے نور سے وابستہ ہے۔کچھ لوگ بجلی کی طرح اور کچھ لوگ آہستہ آہستہ یہ مسافت طے کریں گے۔

ملا صدرا کی نگاہ میں ایمان تشکیکی مفاہیم میں سے ہے یعنی اس میں کمی، زیادتی اور کمال و نقص کا امکان ہے۔[۶]

پیغمبر اسلام نے ارشاد فرمایا: "لَو وَزِنَ اِیمانَ عَلیٍ بایمانِ الخَلائق لَرَجّحَ "۔ملا صدرا اس حدیث اور مفہوم نور سے استفادہ کرتے ہوئے، ایمان کے مختلف مراتب کی طرف اشارہ کرتے ہیں: " ایمان دل میں ایک نور ہے جس کی شدت کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ "[۷]

۱۔ شہرستانی، جلد ا، ص ۹۳-۱۳۹

۲۔ اشعری، ابو الحسن علی بن اسماعیل، اللمع فی الرد علی اہل الزیغ والبدع، ص ۷۵

۳۔ طباطبائی، سید محمد حسین، تفسیر المیزان (جلد ۱۵)، ص ۴-۵

۴۔ هُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ اللَّـهِ ۗ وَاللَّـهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۔ ترجمہ: سب کے پیش پروردگار درجات ہیں اور خدا سب کے اعمال سے باخبر ہے۔ (سورہ آل عمران، آیت ۱۶۳)

۵۔ محمدری شہری، محمد، میزان الحکمہ (جلد ۱)، ص ۳۷۷

۶۔ تفسیر قرآن کریم (جلد ۱)، ص ۲۵۴

۷۔ سہ اصل، ص ۱۷۷

آپ اپنے مکتوبات میں ایمان کے سب سے اعلی اور ادنی مرتبہ کو مختلف صورتوں میں بیان کرتے ہیں۔ کبھی برہان و بصیرت کشفی کے بغیر تقلیدی ایمان کو ایمان کا سب سے ادنی درجہ بتاتے ہیں اور کبھی فطرت کے ذریعہ حاصل شدہ پہلی معرفت کو ایمان کا سب سے کمزور درجہ بتاتے ہیں جو اللہ تعالی کی طرف سے بشر کو مخاطب کرنے اور اس پر حجت تمام کرنے کے لئے کافی ہے۔آپ ایمان کے سب اعلی مرتبہ کو حق الیقین بتاتے ہیں جس کے بعد عین الیقین کی منزل ہوتی ہے۔[1]

فخر رازی نے مؤمنین کی پانچ خصوصیات بیان کی ہیں[2]۔خواجہ نصیر الدین طوسی نے زبانی ایمان، تقلیدی ایمان، غیب پر ایمان، حقیقی مؤمنوں کا ایمان اور یقینی ایمان کو ایمان کے مراتب کے طور پر ذکر کیا ہے اور یقین کو علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین میں تقسیم کیا ہے[3]۔یقین ایمان کا وہ درجہ ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے بلکہ کشف و شہود اور اللہ تعالی سے مکمل دوستی کے ساتھ ہے۔

علم الیقین عقلی برہان و منطقی دلائل سے حاصل شدہ ایمان ہے۔ عین الیقین کی منزل باطن کی نورانیت اور صفائے قلب سے حاصل ہوتی ہے جس سے دل کی آنکھوں سے حقائق کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ حق الیقین وہ ایمان ہے جس کا نور تمام اعضا و جوارح میں جاری ہو جاتا ہے یہاں تک کہ انسان ایک لمحہ کے لئے بھی حق سے غافل نہیں ہوتا ہے۔[4]

ملا صدرا ایمان کو چار درجات میں تقسیم کرتے ہیں اور عوام الناس کے ایمان کو سب سے کمزور ایمان بتاتے ہیں ۔جب کہ بعض کلامی فرقے جیسے کہ مرجئہ، معتزلہ، اشاعرہ حتی شیعہ ، تقلیدی ایمان کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ عوام الناس کافر ہیں۔ البتہ اگرچہ عوام الناس نے تحقیق کے بجائے موروثی طور پر یا تقلید میں اس ایمان کو حاصل کیا ہے لیکن چونکہ وہ اصول و فروع اسلام کو مانتے ہیں لہٰذا مسلمان ہونے کے فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔آپ اپنی تفسیر کی کتاب میں ایمان کے چار درجات کے بارے اس طرح تحریر کرتے ہیں:

۱۔ رسالہ سہ اصل، ص ۱۷۷

۲۔ مفاتیح الغیب (جلد ۱۵)، ص ۴۵۰

۳۔ اوصاف الاشراف، ص ۷۹

۴۔ کلم الطیب در تقریر عقاید اسلام (ج ۱)، ص ۲۸

❖ پہلا درجہ زبانی اقرار: ایک شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے جب کہ اس کا دل غافل یا منکر ہے۔ جیسے منافقین۔

❖ دوسرا درجہ تقلیدی ایمان: انسان شہادتین اور دیگر ضروریات دین کی تصدیق کرتا ہے جیسے عوام الناس کا ایمان کیونکہ اسے اس اعتقاد پر یقین نہیں ہے۔

❖ تیسرا درجہ: معارف ایمانی کی شناخت اور عرفان کشفی یا تصدیق برہانی یا یقینی علم کے ذریعہ ان کی تصدیق۔ یہ وہ نور ہے جسے اللہ تعالی اپنے خاص بندوں کے دل میں قرار دیتا ہے۔ سورہ حدید کی ۱۲ آیت میں اس موضوع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حارثہ انصاری نے رسول خداؐ کے سوال کا جو جواب دیا وہ بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ رسول خداؐ نے حارثہ سے سوال کیا: لکل حق حقیقۃ فما حقیقۃ ایمانک؟ (ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟) حارثہ نے جواب دیا:

"عرفت نفسی عن الدنیا بما فیها فاستوی عندی حجرها و ذهبها فکانی اری اهل الجنة یتزاورون و اهل النار یتعاوون و کانی اری عرش ربی بارزاً۔

ترجمہ: میں نے اپنے آپ کو دنیا اور اس کی نعمتوں سے باز رکھا، اور اس کا پتھر و سونا میرے لئے برابر ہو گیا۔ میں اس شخص کی طرح ہوں جو اہل بہشت کی زیارت کرتا ہے۔۔۔۔"

❖ چوتھا درجہ: انسان کا نور احدی میں غرق ہونا یہاں تک کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی نظر نہ آئے اور کسی بھی فعل و صفت کے لئے استقلال کا قائل نہ ہو اور اپنی زبان حال سے کہے لمن الملک الیوم؟ اور توحید و عرفان کی زبان سے کہے للہ الواحد القهار۔ یہ مقام اس دنیا میں صرف عرفا اور اولیائے کامل کو حاصل ہوتا ہے۔[۱]

حکمت متعالیہ میں بھی اس طرح کی تقسیم بندی نظر آتی ہے[۲]۔ ظاہراً یہ تقسیم بندی عرفا کی تقسیم

۱۔ تفسیر قرآن کریم (جلد ۱)، ص ۲۵۴-۲۵۵

۲۔ تفسیر المیزان (جلد ۱)، ص ۳۰۱-۳۰۳

بندی سے ملتی جلتی ہے جنھوں نے ایمان کو لب، لب اللب، قشر اور قشر القشر میں تقسیم کیا ہے۔ قشر القشر سے مراد منافقین ہیں۔ قشر عوام الناس کا ایمان ہے۔ لب خواص کا اور لب اللب مقربان کا ایمان ہے۔

ملا صدرا اپنی بات کی وضاحت کے لئے غزالی کی تمثیل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایمان کے پہلے درجہ کو اخروٹ کے پہلی پرت، دوسرے درجہ کو اس کی دوسری پرت اور تیسرے درجہ کو اس کے مغز اور ایمان کے چوتھے درجہ کو اخروٹ سے حاصل تیل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اخروٹ کی پہلی پرت میں کوئی خیر نہیں ہے اور وہ کڑوا ہوتا ہے اسی طرح زبانی ایمان و توحید بھی ہے۔ اس کا فائدہ بس اتنا ہے کہ اپنے بعد والی پرت کی حفاظت کرتا ہے۔ اخروٹ کی دوسری پرت اور اس کے ساتھ پہلی پرت مل کر مغز اخروٹ کی حفاظت کرتے ہیں۔ اسی طرح اعتقادی ایمان کے بھی بہت فوائد ہیں لیکن کشفی ایمان سے ابھی بہت دور ہے۔ مغز گردو بذات خود فائدہ مند ہے اور وہ ایمان کا تیسرا مرتبہ ہے جو ایمان کشفی اور مقام مقربان ہے۔

ملا صدرا فرماتے ہیں کہ زبان سے ایمان کا اظہار کرنے والا فرد ایمان کے پہلے درجہ پر فائز ہے اور اس ایمان کا فائدہ یہ ہے کہ اس کا جان و مال محفوظ ہے اور وہ مسلمان کے حکم میں آتا ہے۔ ایمان کے دوسرے مرتبہ پر فائز فرد اگرچہ اللہ و رسول پر دل سے اعتقاد رکھتا ہے اور تکذیب نہیں کرتا ہے لیکن اس کا دل نور معرفت سے محروم ہے اور وہ ملکوت کا مشاہدہ نہیں کر سکتا ہے۔ ایمان کے دوسرے درجہ کی وجہ سے انسان بعض اعمال صالحہ کو انجام دیتا ہے جو کہ اصلاح قلب کا مقدمہ ہے جس کے بعد حقیقی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ ایمان کے تیسرے درجہ پر فائز شخص، ایمانی حقیقتوں کو قلبی بصیرت کے ذریعہ محسوس کرتا ہے اور عقلاً ان کا مشاہدہ کرتا ہے اور اسرار ملکوت و عالم غیب و جبروت اس پر آشکار ہو جاتا ہے۔ ایمان کا چوتھا درجہ ایمان کی آخری حد ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور واحد قہار کے سوائے اس کی نظر میں کوئی نہیں ہے۔

ایمان سے متعلق ملا صدرا کے نظریات کے خاص عناصر

ایمان کے بارے میں ملا صدرا جیسے بڑے فلسفی کے نظریات کو جانچنے کے لئے ان کے مبانی فلسفہ کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ملا صدرا کے بعض اصول و مبانی مندرجہ ذیل ہیں:

- اصالت وجود اور ماہیت کا اعتبار: یعنی کسی شئے کا اصل اس کا وجود ہے اور ماہیت اس کے تابع ہے۔
- وجود کا تشخص: یعنی ہر موجود کا تشخص اسے دوسروں سے ممتاز کرتا ہے، وجود اور تشخص حقیقت میں ایک ہی ہیں صرف مفہوم میں فرق ہے۔

❖ تشکیک وجود: حکمت متعالیہ کی ایک اصل ہے جس کی بنیاد پر کسی بھی موجود کی ذات میں شدت، ضعف، تقدم و تاخر اور کمال و نقص کا پایاجانا ممکن ہے۔ان مبانی کی بنیاد پر ایمان کے بارے میں ملا صدرا کے نظریات کے خاص عناصر کو اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

۱. **علم و معرفت اور ایمان کا باہمی تعلق**: معرفت انسان کی جان ہے اور جان انسان کی حقیقت اور اصالت ہے۔ معرفت، خلق اور عمل میں سب سے اہم معرفت ہے۔ ہر عمل جو انسان کے لئے واجب یا مستحب قرار دیا گیا ہے یا ہر اخلاقی صفت جسے انسان کو اپنانا چاہئے وہ سب انسان کی معرفت کو بڑھانے کے لئے ہیں[۱]۔ پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں: افضلکم ایمانا افضلکم معرفة۔[۲]

بعض شیعہ علما کی عبارتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معرفت ایمان میں دخیل ہے[۳] اور کبھی کبھی ایمان کو ہی معرفت بتایا گیا ہے۔ملا صدرا ایمان کو معرفت کی جنس سے مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل ایمان معرفت بہ قلب ہے[۴]۔ حقیقی مؤمن وہ ہے جو برہان و عقل کے نور کے ذریعہ اللہ تعالی اور آخرت کی معرفت حاصل کرچکا ہو[۵]۔ معرفت کو ہی علم کہتے ہیں اور ایمان کے لئے یہ مبدا بھی ہے اور مقصد بھی۔ معرفت علم وایمان کی حیثیت سے پہلی منزل اور شہود و عیان کی حیثیت سے آخری منزل ہے۔ ملا صدرا ایمان کے معرفتی ہونے کو قبول کرتے ہیں اور اس طرح عقلی طور پر ایمان کی تائید کے راستہ کو کھول دیتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ نظری استدلال اور باطنی کشف و شہود کے ذریعہ ایمان کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان ایک نفسانی جھکاؤ ہے اور یہ جھکاؤ اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب کسی صحیح امر سے متعلق ہو۔ دینی مسائل میں عقل کے اہم کردار کی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم و ایمان میں

۱۔ تسنیم (جلد ۲)، ص۱۷۵-۱۷۶

۲۔ سبزواری، حاج ملاہادی، جامع الاخبار، ص ۳۶

۳۔ اوائل المقالات فی المذاہب والمختارات، ص ۵۴، تمہید الاصول در علم کلام اسلامی، ص ۶۳۹

۴۔ تفسیر القرآن الکریم (جلد ۱)، ص ۲۵۱

۵۔ شرح اصول کافی، ص ۱۱۴

تلازم پایا جاتا ہے یعنی ایمان کے اعلی درجات ، علم کے اعلی درجات کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ معرفت کے بغیر ایمان خطرناک ہو سکتا ہے، اسی طرح ایمان کے بغیر علم بھی خطرناک ہے۔ دینی متون میں انسان کے ایمان و عبودیت کو ان کے علم کے پیمانہ پر ناپا گیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ۔ ترجمہ: اور انسانوں اور چوپایوں اور جانوروں میں بھی مختلف رنگ کی مخلوقات پائی جاتی ہیں لیکن اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں صرف صاحبانِ معرفت ہیں بیشک اللہ صاحب عزّت اور بہت بخشنے والا ہے۔[۱]

نعم قرين الايمان العلم۔ترجمہ: علم ایمان کا اچھا ساتھی ہے۔[۲]

۲. **علم ایک وجودی امر**: ملاصدرا کے فلسفہ میں علم سے متعلق تمام مفاہیم گذشتہ دوسرے فلسفیوں کے نظریات سے مختلف ہیں۔ملاصدرا کی نظر میں علم ماہیت نہیں ہے بلکہ علم خود وجود ہے جس کی ماہیت امر مجرد کا امر مجرد کے لئے ہونا ہے۔اگر ہم مان لیں کہ انسان ایک آئینہ نہیں ہے جس میں کسی شئے کی تصویر نظر آتی ہے بلکہ اس میں کائنات کا ظہور ہوتا ہے۔ حقیقی علم بھی انسان میں کائنات کے ظہور کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ علم ایک وجودی امر ہے اور وجود پر جاری ہونے والے سارے احکام اس پر بھی جاری ہوتے ہیں۔ملاصدرا کے نزدیک حقیقی علم حواس یا عقل کے ذریعہ حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ تصفیہ باطن اور رسوم و عادات سے چھٹکارا پانے سے میسر ہوتا ہے۔اہل دل اور انبیا و اولیا کی پیروی اور خاتم نبوت و خاتم ولایت کے در سے نور حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بنا کسی سالک کے دل پر ذرہ برابر بھی نور یقین نہیں پڑ سکتا ہے۔[۳]

۱۔ سورہ فاطر، آیت ۲۸

۲۔ شرح غرر و درر (جلد ٦)، ص ۷۰

۳۔ رسالہ سہ اصل، ص ۵۴

ملا صدرا کی نظر میں حقیقی علم عین ایمان ہے اور حقیقی مؤمن نہ صرف نفس کی حقیقت سے واقف ہے بلکہ اس کائنات سے بھی واقف ہے۔ حکمت صدرائی کی نظر میں ایمانی معرفت اور فلسفی معرفت میں کوئی فرق نہیں ہے اور ایمان کو بلاواسطہ نیز مقدمات و براہین فلسفی حاصل کیا جاسکتا ہے اور یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ معارف دینی کے وہ حقائق جو کشف و شہود کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں وہ عقل کے دسترس سے خارج ہیں۔[1]

۳. **ایمان اور عمل صالح کا آپسی تعلق:** کلام اسلامی میں مختلف فرقوں نے ایمان و عمل صالح کے آپسی تعلق کے بارے میں مختلف نظریات پیش کئے ہیں جن کے مطالعہ سے تین صورتیں سامنے آتی ہیں: ایمان و عمل کی عینیت، عمل کا جزو ایمان ہونا، عمل کا ایمان سے الگ ہونا۔

خوارج ایمان کے عملی پہلو پر تاکید کرتے تھے اور صرف اعتقاد کو کافی نہیں جانتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں مرجئہ صرف اعتقاد کو ایمان کے لئے کافی مانتے تھے۔ معتزلہ کے نقطہ نظر سے عمل، ایمان کے مفہوم میں داخل ہے اور سب سے اہم ہے۔ اہل حدیث نے ظواہر قرآن کے مطابق ایمان کو نیت، قول اور عمل پر مبنی جانا ہے۔ اشاعرہ کے نزدیک ایمان تصدیق قلبی اور زبانی اقرار کا نام ہے۔

ملا صدرا ایمان کو معرفتی نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں اور نہ صرف مرجئہ کے نظریہ کو رد کرتے ہیں بلکہ ان لوگوں کے نظریہ کو بھی رد کرتے ہیں جو عمل صالح کو ایمان کا جز مانتے ہیں۔ ملا صدرا عمل کو ایمان کے لوازم میں سے جانتے ہیں اور ایمان کے تکاملی سیر میں عمل کو اہم بتاتے ہیں لیکن عمل کو مفہوم ایمان سے خارج مانتے ہیں اور عقلی بیان کے ذریعہ ثابت کرتے ہیں کہ قلبی معرفت اور زبانی اقرار ایمان کے ارکان ہیں۔

۴. **مراتب ایمان:** ملا صدرا دوسرے متکلمین کی طرح ایمان کے مختلف مراتب کے قائل ہیں اگرچہ اس کی دلیل اور مختلف مراتب کے بیان میں آپ کا نظریہ دوسروں سے الگ ہے۔ ملا صدرا کی نظر میں ایمان ایک وجودی امر ہے لہذا وجود کے سارے احکام جیسے کہ اس کا ذو مراتب ہونا اس پر صادق آتا ہے۔ ایمان ایک تشکیکی امر ہے جس کے چار عناصر ہیں: زبانی اقرار، تصدیق، معرفت

۱۔ تفسیر قرآن کریم، ص ۱۰۱

اور شہود۔ اسی وجہ سے آپ نے اقسام ایمان کی بحث میں ان لوگوں کے نظریہ پر تنقید کی ہے جنہوں نے تقلیدی ایمان کو رد کیا ہے اور ان لوگوں کی تائید کی ہے جو اس ایمان کو مانتے ہیں اگرچہ تقلیدی ایمان کو کشفی ایمان سے کمتر قرار دیتے ہیں۔

ملاصدرا کے نظریہ کا تنقیدی جائزہ

ملاصدرا نے ایمان کے عقلی اور نظری پہلو پر زیادہ تاکید کی ہے اور ایمان کو عین علم مانا ہے لیکن آپ نے ایمان کے عاطفی (محبت) پہلو پر توجہ نہیں کی ہے جس پر روایات میں تاکید کی گئی ہے۔ اگر ہم ایمان کو عقلی معرفت اور برہانی اعتقاد کے مترادف مانتے ہیں تو گویا ہم نے ایمان کے مفہوم کو محدود کر دیا ہے اور ایمان کے دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ یہاں پر یہ وضاحت کر دی جائے کہ ایمان کا تین نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

عقلی نقطہ نظر جس میں گوہر ایمان کو معرفت عقلی مانا جاتا ہے۔ (ملاصدرا اسی نظریہ کے قائل ہیں)

عاطفی اور ایمانی نقطہ نظر جس میں ایمان کے مطالعہ کے لئے خود دین کے اعتقادی نظام کا سہارا لیا جاتا ہے اور بیرونی عناصر جیسے کہ عقل کی مدد لینا منع ہے۔

عقلی و عاطفی نقطہ نظر جس میں کم سے کم تین بنیادی پہلو پائے جاتے ہیں: عقلی، معرفتی اور عاطفی۔

آیات و روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی تقویت اور کامیابی کے حصول کے لئے علم و عمل ضروری ہیں لیکن کافی نہیں ہیں۔ انسانی زندگی کے تجربے اس بات کے گواہ ہیں۔ معرفت اور عمل میں شگاف پڑنا بیشتر انسانوں کے نزدیک قابل قبول ہے اور آیات و روایات بھی اس مسئلہ پر تاکید کرتی ہیں۔ بہت سی ایسی مثالیں مل سکتی ہیں جہاں انسان اچھائیوں اور برائیوں سے واقف ہونے کے باوجود اپنی معرفت اور عقل کے خلاف عمل کرتا ہے۔ ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب علم خود ایک حجاب بن جاتا ہے اور انسان کسی موضوع کے بارے میں علم رکھنے کے باوجود اپنے منافع کے مطابق نہ کہ اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اور اپنے عمل کے درست ہونے کے لئے مختلف توجیہ پیش کرتا ہے۔ صرف عمل پر اکتفا کرنا بھی ایسا ہی ہے۔ ان فرقوں کے حالات جو صرف عمل کو کامیابی کا معیار مانتے تھے ہماری بات کا ثبوت ہیں۔ اسی وجہ سے قرآن مجید نے ہدایت و نجات کے لئے محبت و مودت کو سب سے اہم مانتا ہے:

ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّـهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَن يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّـهَ غَفُورٌ شَكُورٌ۔ ترجمہ: یہی وہ فضلِ عظیم ہے جس کی بشارت پروردگار اپنے بندوں کو دیتا ہے جنھوں نے ایمان اختیار کیا ہے اور نیک اعمال کئے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو اور جو شخص بھی کوئی نیکی حاصل کرے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ کر دیں گے کہ بیشک اللہ بہت زیادہ بخشنے والا اور قدرداں ہے۔[۱]

محبت و مودت میں زور زبردستی نہیں ہوتی بلکہ اس کا تعلق دل سے ہے اور اسی کی بدولت انسان اپنے علم کے مطابق عمل کرنے میں صداقت اور محنت اور خلوص پیدا کرتا ہے۔ شیعہ دانشوروں نے محبت و معرفت کو وصول سالک کا اثر مانا ہے اور سالک کے کمال کو عین وصول بتایا ہے[۲]۔ عرفا کے درمیان مشہور ہے کہ محبت انسان کا سب سے اعلی مقام اور اس کے رشد و ترقی کا سب سے اہم عنصر ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ایمان کے موضوع پر گفتگو کرتے وقت عنصر محبت و مودت کو بھی مد نظر رکھا جائے۔

اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ذہنی اور عقلی طور پر قابل قبول کچھ اعتقادات کا نام ایمان ہے یا ایمان میں عاطفی اور جذبات کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اسلامی کلام میں اس موضوع پر اتفاق نظر نہیں پایا جاتا ہے لیکن اس موضوع پر آیات و روایات کی موجودگی کی وجہ سے کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کرتا ہے۔ ہاں اس محبت کی کیفیت مورد بحث ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے زمانے سے جب اس مذہب کی بنیاد پڑی تب سے محبت و مودت اس کا اہم جز رہا ہے، لہٰذا ایمان کو محبت کے ہمراہ ہونا چاہئے اور اسی وجہ سے اللہ تعالی اور رسول خداؐ کی محبت ایمان کا ایک جز ہے۔ ہم اگر کسی کمال لامتناہی سے محبت کریں گے تو ہمارے سامنے بہت سے دریچے وا ہو جائیں گے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالی سے محبت کر سکتے ہیں:

۱۔ سورہ شوری، آیت ۲۳

۲۔ طوسی، محمد بن حسن، آغاز و انجام، ص ۱۶-۱۷

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّـهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّـهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّـهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّـهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۔

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ اُن کو محبوب ہوگا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔[1]

ایمان اپنے سب سے اعلیٰ درجہ پر اللہ تعالی کی عشق و محبت سے جڑ جاتا ہے اور یہی عشق و محبت ہمارے سارے دکھ اور درد کا مرہم قرار پاتا ہے۔ حقیقی محبت جیسا کہ قرآن میں تاکید کی گئی ہے صرف و صرف ایمان کے سایہ میں پیدا ہوتی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّـهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّـهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّـهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّـهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّـهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۔ ترجمہ: لوگوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو اس کا مثل قرار دیتے ہیں اور ان سے اللہ جیسی محبت بھی کرتے ہیں جب کہ ایمان والوں کی تمام تر محبّت خدا سے ہوتی ہے اور اے کاش ظالمین اس بات کو اس وقت دیکھ لیتے جو عذاب کو دیکھنے کے بعد سمجھیں گے کہ ساری قوت صرف اللہ کے لئے ہے اور اللہ سخت ترین عذاب کرنے والا ہے۔[2]

انسان جتنا زیادہ اللہ تعالی کی معرفت حاصل کرے گا اتنا ہی زیادہ وہ اس سے محبت کرے گا۔اللہ

۱۔ سورہ مائدہ، آیت ۵۴

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۶۵

تعالی کی یہ معرفت، ذات باری کے ان افعال کی شناخت سے شروع ہوتی ہے جن کا تعلق براہ راست انسان سے ہے اور پھر دوسرے افعال الہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور آخر کار اس کے جمال وجلال کے صفات اور رحمت عام وخاص تک پہنچتا ہے۔

منابع و مآخذ

قرآن کریم

- ابن عربی، محی الدین، الفتوحات المکیہ، دار صادر، بیروت
- اشعری، ابوالحسن علی بن اسماعیل، اللمع فی الرد علی اہل الزیغ والبدع، چاپخانہ کاتولیکی، بیروت،، ۱۹۵۳
- ایزوتسو، توشی ہیکو، مفہوم ایمان در کلام اسلامی، مترجم زہراپور سینا، انتشارات سروش، تہران، ۱۳۸۰
- ابن داود حلی، تقی الدین حسن علی، سہ ارجوزہ در کلام، امامت وفقہ، حسن طارمی وحسین درگاہی (تحقیق)، انتشارات وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، تہران
- جر، خلیل، فرہنگ لاروس، حمید طبیان (مترجم)، انتشارات امیر کبیر تہران، ۱۳۸۲
- جرجانی، علی بن محمد، التعریفات، انتشارات ناصر خسرو، تہران، ۱۳۷۰
- جوادی آملی، عبداللہ، تسنیم، مرکز نشر اسرا، ۱۳۸۶
- رازی، ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین فخر الدین، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)، انتشارات دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۰
- راغب، ابی القاسم الحسین بن محمد، مفردات الفاظ قرآن کریم، انتشارات طلیعہ نور، ۱۴۲۹
- رخشاد، محمد حسین، در محضر علامہ طباطبائی، انتشارات سما و قلم، ۱۳۸۶
- سبزواری، حاج ملاہادی، جامع الاخبار، انتشارات موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ۱۴۱۴
- سیاح، احمد، دایرہ المعارف سیاح، انتشارات اسلام، ۱۳۶۸
- سجادی، سید جعفر، فرہنگ معاف اسلامی، دانشگاہ تہران، ۱۳۷۳
- سجادی سید جعفر، فرہنگ اصطلاحات فلسفی ملاصدرا، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۷۹
- شریف مرتضیٰ، ابوالقاسم علی بن الحسین (بی تا) الذخیرہ فی علم الکلام، قم، موسسہ نشر اسلامی
- شیرازی، صدر الدین محمد بن ابراہیم، الحکمہ المتعالیہ فی الاسفار العقلیہ الاربعہ،، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۳
- شیرازی، صدر الدین محمد بن ابراہیم، تفسیر سورہ جمعہ، ترجمہ و تعلیق محمد خواجوی، انتشارات مولی، ۱۳۶۳

- شیرازی، صدرالدین محمد بن ابراہیم، ترجمہ مفاتیح الغیب یا کلید رازہای قرآن، انتشارات مولی، ۱۳۶۳
- شیرازی، صدرالدین محمد بن ابراہیم، رسالہ سہ اصل، تصحیح سید حسین نصر، سیر حکمت اسلامی صدرا، ۱۳۸۱
- شیرازی، صدرالدین محمد بن ابراہیم، ترجمہ شرح اصول کافی پژوہشگاہ علوم انسانی و مطالعات فرہنگی، تہران، ۱۳۸۳
- شیرازی، صدرالدین محمد بن ابراہیم، تفسیر القرآن الکریم، دورہ ہفت جلدی، تصحیح محمد خواجوی، انتشارات بیدار، قم، ۱۳۸۷
- شیرازی، صدرالدین محمد بن ابراہیم، اسرار الآیات، مقدمہ و تصحیح محمد خواجوی، انتشارات انجمن اسلامی حکمت و فلسفہ ایران، ۱۴۰۲
- شیرازی، صدرالدین محمد بن ابراہیم، رسالہ اصول ثلاثہ، علی اصغر غروبی، دانشگاہ بیروت، ۱۹۷۹
- شیرازی، صدرالدین محمد بن ابراہیم، شرح اصول کافی، المحمودی، تہران، ۱۳۸۲
- شیروانی، علی، ترجمہ و شرح کشف المراد، انتشارات دار العلم، ۱۳۸۸
- شہرستانی، ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد، الملل و النحل، انتشارات دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۰۴
- صلیب، جمیل، صانعی، منوچہر، فرہنگ فلسفی، انتشارات حکمت، تہران، ۱۳۶۶
- طباطبائی، سید محمد حسین، تفسیر المیزان، بنیاد علمی و فکری علامہ طباطبائی، ۱۳۶۶
- طوسی، محمد بن حسن، تمہید الاصول در علم کلام اسلامی، انتشارات انجمن اسلامی حکمت و فلسفہ ایران، تہران، ۱۳۵۸
- طوسی، محمد بن حسن، الاقتصاد فی ما یتعلق بالاعتقاد، انتشارات دار الاضواء، بیروت، ۱۴۰۶
- طوسی، محمد بن حسن، اوصاف الاشراف، انتشارات وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۷۳
- طوسی، محمد بن حسن، آغاز و انجام، انتشارات وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۷۴
- طیب، عبدالحسین، کلم الطیب در تقریر عقاید اسلام، چاپ محمدی، اصفہان
- علامہ حلی، جمال الدین، کشف المراد فی شرح تجرید الاعتقاد، انتشارات موسسہ نشر اسلامی جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۰۷
- غزالی، محمد بن محمد، مجموعہ رسائل (الجام عن علم الکلام) انتشارات دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۴
- غزالی، محمد بن محمد، مجموعہ رسائل، انتشارات دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۶
- غزالی، محمد بن محمد، کیمیای سعادت، انتشارات علمی و فرہنگی، ۱۳۸۳
- غزالی، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین موید الدین محمد خوارزمی، انتشارات علمی و فرہنگی تہران، ۱۳۸۴
- فیض کاشانی، محسن، علم الیقین، ۱۳۷۶
- محمد ری شہری، محمد، میزان الحکمہ، انتشارات دار الحدیث، قم، ۱۳۸۴

❖ مفید ، ابو عبد اللہ بن نعمان بن عکبری بغدادی، شرح توحید صدوق، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی، تہران، ۱۳۷۳
❖ مفید، ابو عبداللہ بن نعمان بن عکبری بغدادی، اوائل المقالات فی المذاہب والمختارات، تبریز، ۱۳۷۱
❖ مکدررموت، مارتین ،اندیشہ ہای کلامی شیخ مفید ، احمد آرام (مترجم) ، موسسہ انتشارات و چاپ دانشگاہ تہران، ۱۳۸۴